روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی شیخ الاسلام نمبر

تذکرۂ
شیخ العرب والعجم
حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
قدس اللہ سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۷۷ھ
۱۹۵۷ء

باہتمام
ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی

فون 3311455
3317729
فیکس 3316173

ناشر
جمعیۃ علماء ہند

۱- بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی

بداعلی الجماعۃ

روزنامہ

الجمعیۃ

دہلی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

ایڈیٹر: محمد عثمان فارقلیط

معاون: بہار برنی

خصوصی شمارہ بروز ہفتہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء جلد ۴۳

اشاعت دوم: ۱۵ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء جمعۃ المبارکہ

جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی کا

اظہار مسرت

روزنامہ الجمعیۃ دہلی کی خصوصی دستاویزی و تاریخی اشاعت "شیخ الاسلام" نمبر جسکی مانگ ہند بیرون ہند میں برابر رہتی ہے ادارہ قابل ستائش ہے کہ اس نے اب پھر سے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنی رضیات اور ملک و ملت کی پرخلوص خدمات کی توفیق اور قبولیت عطا فرمائے۔ فقط

اسعد غفرلہ

یکم جولائی ۹۸ء

[illegible]

زیر نگرانی
محمد سالم جامعی
منیجر
ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی

معاون خصوصی
مولانا محمود مدنی
ناظم تنظیم جمعیۃ علماء ہند

زیر سرپرستی
امیر الہند حضرت مولانا
سید اسعد مدنی مدظلہ
صدر جمعیۃ علماء ہند

وہماری و التقتل بالحو احد کسے

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

یہ ساری قربانیاں کیوں تھیں یہ حوصلے کیا تھے. یہ ایثار کیا تھا یہ سب صدقہ اور طفیل تھا تعلیمات پیغمبر اسلام آخری نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن کی فکر کا نقطۂ آغاز اور منتہائے پرواز تخلیق عالم کی رازدانی اور خالق کائنات کی معرفت پر مذکور تھا شیخ الاسلام رحنے بھی اصول فطرت کو اپنایا تھا، مذہب و سیاست کا صحیح مفہوم مشکوٰۃ نبوت کی روشنی سے حاصل کیا تھا۔

ایک مشہور عام نظریہ کی تقلید

جس طرح پیغمبر انسانیت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم کے لئے ایک عظیم الشان مربیؐ اور معلمِ اخلاق تھے حضرت مدنی رحنے بھی شان بر بربیت و معلمیت پیدا کی تھی اور ایک مثال قائم کی تھی کہ پھر کسی کا منہ یہ کہنے کے لئے نہ کھل سکے کہ لا احظ للعلما فی السیاسۃ ۔حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا یکہ و تنہا وجود مورخ کو اپنے غیر صائب قول سے رجوع کروانے کے لئے سو دلیل کی ایک دلیل ہے آپ کی مبارک زندگی کا یہ نمایاں عنوان اور روشن پہلو جو مختصر سی مہلت میں سپرد قلم کیا گیا۔

حوصلہ شکن حالات کے
مقابلہ میں بلندی حوصلہ

واضح رہے کہ خدمت قوم کا عَلَم ہندوستان کے دیگر بڑے بڑے رہنماؤں نے بھی بلند کیا تھا اور مصائب و شدائد کے نشانہ بنے تھے ۔لیکن شیخ الاسلام مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز اور دیگر رہنماؤں کی خدمت ملک و قوم میں آسمان و زمین کا فرق ہے اگر کوئی جیل جا رہا تھا تو جے جے اور " زندہ باد" کے نعرے بھی لگائے جا رہے تھے اور شاباشیاں بھی دی جا رہی تھیں حوصلہ افزائیاں کی جا رہی تھیں مگر کوئی منصف مزاج مورخ زمانہ کی یہ بوالعجبی نظر انداز نہیں کر سکتا کہ جانباز مجاہد کو خدمتِ ملک کے صلہ میں جوتوں کا ہار پہنایا جا رہا تھا اور مظالم و شدائد کا تختۂ مشق بنایا جا رہا تھا سنگباریاں تھیں اور گالیوں کے تحفے اور یہ کہا جا رہا تھا کہ یہ ہندوؤں کے ہاتھ بک گیا ہے کانگریس کافروں کی جماعت میں مل گیا ہے ایسے نازک ترین وقت میں استقلال و عزیمت کا دامن نہ چھوڑنا اور اولوالعزمی کا ثبوت شیخ الاسلام مدنی رح کی مافوق العادت وہ جرات رندانہ تھی جو ہندوستانی خادموں اور اہل سیاست کی صف میں آپ کو ممتاز رکھتی ہے اور آپ کی خدمت کی قدر و قیمت دیگر رہنماؤں کی خدمتوں کے مقابلہ میں گراں مایہ اور بیش بہا ہو جاتی ہے یہ آپ کے اس خاص پہلو کی مختصر روئیداد تھی سے ۔

کرتہ نہ تواں کرد کہ ایں قصہ دراز است
ان تمام دراز نفسیوں کو آئنہ و خامہ فرسائیوں کی



حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مجموعہ کمالات تھی وہ نہ صرف دنیائے اسلام کے واجب التسلیم رہنما، علم حدیث و فقہ، ادب و معانی، فلسفہ و منطق کے زبردست و متبحر عالم تھے بلکہ ہر ملک و ہر قوم کی تاریخ انھیں از بر تھی یہی وجہ ہے کہ وہ سارے ہندوستان کے لئے بیک وقت بلا تفریق و امتیاز مذاہب وطن محبوب ترین رہبر اعظم تھے ۔

حضرت نے آزادی وطن کی خاطر جو قربانیاں پیش کیں اور جس اولوالعزمی اور فراخدلی سے اہل ہند کو برطانوی سامراج کے پنجوں سے چھڑانے کی تگ و دو کی، وہ ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ میں جلی حروف سے لکھی جائیں گی، ہر قوم، ہر جماعت اور ہر فرد و بشر کو اس کا اعتراف ہے کہ حضرت جنگ آزادی کی صفِ اول کے رہبر اعظم تھے وہ آزادی کا آفتاب تھے انہوں نے اپنی زندگی کو ملک کی آزادی کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حضرت کو سرزمین ہند سے قلبی محبت تھی فطری انس تھا حضرت کا نظریہ حب الوطنی دنیا کی تمام قوموں سے ممتاز تھا، وہ ہندوستان کو صحیح معنوں میں اپنا وطن تسلیم کرتے تھے ہندوستان اور پاکستان کے سوال نے جب بہت سے مسلمانوں کو باندازِ دگر مشتعل کیا اور مسلم لیگ کے نام پر ملک کے گوشہ گوشہ میں تقسیم ہند کے ولولے پیدا کئے وہ ایسا نازک وقت تھا کہ کانگریس نے بھی تقسیم ہند کی قرارداد منظور کر لی ۔مگر یہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی جذبہ حب الوطنی تھا کہ آپ نے اس پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو جیسے مدبرین اعظم نے مولانا رح کی حب الوطنی پر اظہار تعجب و آفرین کیا یہ انہیں کا عطیہ ہے کہ آج تک مسلمانوں کے قلوب میں ہندوستان کی عظمت و محبت دوسری قوموں کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ ہے مولانا کا عقیدہ تھا کہ وہ ہندوستان

کو مسلمانوں کے قدیم ترین وطن ہونے پر یقین کامل رکھتے تھے۔

جب مطالبہ پاکستان کا اختراع کیا گیا اور مسلمانوں کو انتقال وطن کی تلقین کی جانے لگی تو مولانا رشد وہدایت کی شمع لے کر ان مسلمانوں پر مسلط ہو گئے جن کی گمراہ کن قیادت نے قتل وخون اور غارت گری کا باب کھول کر مسلم عوام کو قعرِ مذلت میں پھینکنے کا تہیہ کیا تھا مولانا کی اعجاز بیانی وبلیغ الاثری نے حب الوطنی کا صحیح جذبہ قلوب عوام میں راسخ کیا حضرت نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

ہندوستان کی عظمت وفضیلت جو قرآن وحدیث اور مورخین اسلام کی روایات سے ثابت ہے ان کے زیر نظر مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی ہندوستان سے بیگانگی نہیں اختیار کر سکتا، وہ سرزمین جو خلیفۃ اللہ کا سب سے پہلا مہبط ہو۔ جو انسانیت کا سب سے پہلا دار الخلافہ ہو جو سرزمین نبوت کا سب سے پہلا مشرق بن چکی ہو۔ جس بقعہ مبارک پر روح القدس کا سب سے پہلے نزول ہو چکا ہو۔ صحیح معنوں میں وہی سرزمین مسلمانوں کا اصلی پاکستان ہے۔"

یہ الفاظ اکثر حضرت اپنی تقاریر وارشادات میں فرمایا کرتے تھے حضرت کو جو محبت سرزمین ہند سے تھی وہ آخر تک رہی۔ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد یکساں طور پر حب الوطنی کا جذبہ حضرت کے دل میں باقی رہا کانگریس میں حضرت کی شمولیت، آزادی کی تحریکوں میں آپ کی جانبازانہ شرکت ان کے جذبہ حب الوطنی کی آئینہ دار ہے۔

مولانا کے نزدیک ہندوستان کے باشندوں میں صرف مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ اس ملک کو اپنا قدیم ترین آبائی وطن کہہ سکیں۔ مولانا نے اپنی ایک تصنیف میں جو "ہمارا ہندوستان اس کے فضائل" کے عنوان سے جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ۱۹۴۵ء میں شائع کی گئی تھی اس کے دلائل یہ بیان کئے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے انسان اور ہم سب کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام جو مسلمانوں کے سب سے پہلے پیغمبر ہیں اسی سرزمین پر تشریف لائے۔

(۲) توسیع نسل انسانی کا آغاز سب سے پہلے اسی سرزمین پر نورِ اسلام سے ہوا۔

(۳) اس کے علاوہ صدیوں تک پیغمبروں کا سلسلہ اسی سرزمین پر جاری رہا۔

(۴) حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ نے صدیوں تک اسی سرزمین پر نعرہ توحید بلند کیا ہے جیسے جمہور مورخین مانتے ہیں۔

انھیں وجوہ کی بنا پر حضرت رحمہ نے ہمیشہ مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ ہندوستان کی سرزمین سے محبت کریں۔ یہ ان کا پاکیزہ وطن ہے انھوں نے بسا اوقات ارشاد فرمایا۔

"ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم ہندوستانی بہ آسانی ایک وطن سے منتقل ہو کر دوسرے وطن کو چلے جائیں مگر مسلمانان ہندوستان کو یہاں سے منتقل ہونا از بس مشکل ہے۔ نہ وہ اپنی مساجد سے بیگانگی اختیار کر سکتے ہیں نہ اپنے مقابر سے، نہ اپنی زمینوں سے، نہ اپنے گھر بار سے اور نہ ان میں اس قدر استطاعت ہے۔"

سرزمین ہندوستان ہی وہ مقدس سرزمین ہے جہاں رشد وہدایتِ خداوندی معرفت قرب الٰہی ونجات اخروی اور نور وفلاح ابدی کے استحصال کے لئے انبیا علیہم السلام والصلوٰۃ سے عہد وپیمان ہوا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ نور مقدس جو سب سے پہلے پیدا کیا گیا تھا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صلب مقدس سے منتقل ہو کر اپنے اپنے زمانہ کے بہترین آباو اور بہترین امہات کے ذریعہ سے جملہ منازل طے کرتا ہوا، افق مکہ سے طلوع ہوا۔ اس لحاظ سے بجا طور حضرت رح نے فرمایا۔

نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور افضل سرمدی کا سب سے پہلا مطلع ارض ہند اور سب سے آخری مشرق حجاز ہے۔"

الغرض مذہبی، سیاسی، ملکی، وطنی ہر حیثیت سے سرزمین ہندوستان مسلمانوں کے لئے واجب الاحترام ہے اور یہی وہ نظریہ ہے جس نے حضرت رح شیخ کی ذات پاک صفات کو حیات ابدی بخشی۔

وہ کبھی کشمکش اور تذبذب میں نہیں رہے، انھوں نے جس مسلک کو اپنایا قرآن واحادیث کی روشنی میں اس کی صداقت کا جائزہ لیا اور مستقل مزاجی سے اس پر چلے اور عوام کو اس پر چلنے کی ہدایت کی، ایسے دور کشمکش میں بھی آپ نے جذبۂ حب الوطنی کو اپنے دل میں برقرار رکھا جب کہ کانگریس ہی کے کچھ فرقہ پرست ذہنیت والوں نے آپ کے دل کو ٹھیس پہنچائی، انہوں نے اپنا راستہ کبھی نہیں بدلا اور کانگریس کا ساتھ آخر تک نہ چھوڑا اصول کی پابندی، راست بازی، صداقت عدل وانصاف کے موڑ پر بڑے بڑے رہنما کترا گئے مگر آپ نے کبھی صحیح راستہ سے روگردانی نہیں اختیار فرمائی۔ وہ اسی سرزمین مقدس پر پیدا ہوئے اسی سرزمین ہند کے مایہ ناز اور قابل فخر رہنما بنے۔ اسی سرزمین کی محبت اور عظمت کا جذبہ لے کر زندگی کے بیش قیمت اوقات گزار دیئے اور آخر میں اسی سرزمین میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے پردہ فرما گئے۔ خدا ان کے نقوش پہ چلنے کی توفیق عنایت فرمائے

آمین ثم آمین

آہ غم شیخ
۱۹۵۷ء

پاک باطن حق پسند اہلِ رضا جاتا رہا ۱۹۵۷
عامل و پرہیزگار، باصفا جاتا رہا ۱۳۷۷
ایک کامل مردِ مومن پارسا جاتا رہا ۱۹۵۷
عاملِ حق پاک دل حق آشنا جاتا رہا ۱۳۷۷
راہبرِ صادق اسیرِ مالٹا جاتا رہا ۱۹۵۷
حیف اس دنیا سے وہ حق آشنا جاتا رہا ۱۳۷۷

نتیجۂ افکار سوگوار ناچیز حکیم عزیز قدسی کامٹی
۱۹۵۷ء

شاید ایسا ہوتا ہو کہ حضرت جمعہ کے دن دیوبند تشریف رکھتے ہوں۔ ورنہ باہر ہی سفر میں رہتے تھے اور مسلمانوں کی اصلاح معاشرت و درستگی سماج میں انتھک کوشش فرماتے تھے۔ بالخصوص شادی کی تقریبات میں جہاں آپ احیائے سنت اہانت بدعت پر زور دیتے تھے خاص طور پر مہر فاطمی کی بہت زیادہ پابندی فرماتے تھے اور قریب سے قریب متعلقین میں بھی اس معاملہ میں گنجائش نہیں دیتے تھے اگر کوئی مہر مثل وغیرہ پر زور دیتا تھا تو حضرت اس نکاح کو خود نہیں پڑھاتے تھے کسی اور سے پڑھوا دیتے تھے۔

اور کچھ عرصہ سے اسلامی کلچر خصوصاً داڑھی رکھنے پر بہت زیادہ زور دینے لگے تھے اور بڑے بڑے آدمی کو نہایت بے باکی اور ترشروئی کے ساتھ جھڑک دیتے تھے اگر وہ شرعی داڑھی رکھنے کا پابند نہیں ہوتا تھا تو بعض اوقات تو داڑھی منڈے مسلمان سے مصافحہ بھی نہیں فرماتے تھے اور سخت ناراض ہوتے تھے باوجود کثیر مشاغل کے حضرت نے داڑھی کی اہمیت و افادیت پر "اعفاء اللحیۃ" کے نام سے ایک مختصر مگر جامع رسالہ بھی لکھا ہے جس میں داڑھی کی ضرورت اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت اور یونی فارمیت (UNIFARMIAT) پر خاص زور دیا ہے آپ چونکہ ایک مذہبی جید عالم تھے اس لئے مسلمانوں کی اصلاح معاشرت کو اپنا فرض منصبی خیال فرماتے تھے اور ہر وہ کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے جس میں مسلمان قوم کی فلاح و بہبود ہو۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ غیر مسلموں سے نفرت کرتے ہوں یا ان کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں، بلکہ غیر مسلموں پر بھی الخلق عیال اللہ کے نقطۂ نظر سے کچھ کم شفیق و مہربان نہ تھے۔ بالخصوص اپنے سیاسی عقیدے یعنی سالمیت ہند اور نظام جمہوریت کے سلسلہ میں تو آپ کو ہندو مسلم اتحاد کا دیوتا یا اس صدی کا مجدد کہنا چاہیئے، بلکہ اس سے بھی بلند اگر کوئی درجہ ہو تو میں وہ بھی دینے کے لئے اس لئے تیار ہوں، کیونکہ مجددیت کا تصور ہمارے ناقص ذہنوں میں ابھی تک یہ تھا کہ مجددین صرف مذہبی سدھار کرتے ہیں۔ شیخ کی زندگی اور آپ کے وسیع و وقیع کردار نے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کو خدمت قوم و وطن پر لگانا اور ان میں اس راہ کا صحیح اور کارآمد شعور بیدار کرنا یہ بھی فرائض مجددیت میں سے ہے۔

یہ کہنے کی مجھے اس لئے جرأت ہو رہی ہے تھوڑی دیر کے لئے مان لیجئے وہ طوفان دست و خیز جو مسلم لیگ کے رہنماؤں نے دو قومی تھیوری کا برپا کیا تھا۔ اگر وہ پورے طور پر کامیاب ہو جاتا اور حضرت کی مجاہدانہ انتھک یورشیں اس کے مقابلہ پر اگر مورچہ نہ لگا دیتیں تو ہند کا گلشن وطن یعنی حضرت چشتیؒ خواجہ اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین کاکیؒ، محبوب الٰہیؒ، صابر کلیریؒ کی یہ سرزمین ہند اسلام کے نام لیواؤں سے خالی ہو چکی ہوتی اور آج اس سرزمین ہند میں اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا۔ پھر یہاں کے اسلامی معابد و مشاعر کا کیا بنتا اور یہاں پر اسلامی کلچرل نشانات پر کیا بیتتی اور آٹھ کروڑ مسلمانوں کا یہ طوفان بلا کہاں جا کر پناہ لیتا جب کہ نام نہاد پاکستان مٹھی بھر پناہ گزینوں کو بھی ابھی تک صحیح معنوں میں آباد نہیں کر سکا ہے۔

حضرت کے سیاسی شعور اور رہنمایانہ بصیرت نے مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی فرمائی، لیکن پھر بھی مسلمانوں کی ایک مخصوص جماعت خودغرض اور ابن الوقت لیڈروں کے ورغلانے سے پاکستان کی صورت میں کٹ کر الگ ہو گئی ہندو مسلم اتحاد کے زمانے میں حضرت نے جس قدر انتھک اور انمٹ جدوسعی فرائی ہے، وہ تا قیام قیامت قائم و دائم رہے گی۔ نہ صرف اغیار بلکہ اس سلسلہ میں حضرت کو اپنے قریبی حلقوں سے کافی دکھ پہنچا اور ایک زمانہ تو وہ تھا کانگریس کی حمایت میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور شیخ ہی کا نام لیا جاتا تھا اور دوسرے حامی یا تو جدا ہو گئے یا مسلم لیگ کے زہریلے پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو بیٹھے تھے۔

ایسے آڑے اور نازک وقت میں ایک مجدد ہی کی ہمت و بصیرت ہی کام کر سکتی تھی۔ ایسے ہمت شکن لمحات میں حضرت کے مستحکم ارادوں اور غیر متزلزل قوت ارادی میں ذرہ برابر بھی کمزوری پیدا نہیں ہوئی اور راہ کی تمام ترکاوٹوں اور دشوار یوں کے باوجود آپ اپنی قوت بصیرت اور نور ایمانی سے سوچی ہوئی راہ پر برابر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ گامزن رہے اور بالآخر ہندوستان کو ترنگے جھنڈے کے زیر سایہ جمہوری بنیادوں پر آزادی دلائی اور آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان کے نظام کو سیکولر شپ (غیر مذہبیت) نصیب ہوئی۔

حضرت کی ریشمی رومال کی تحریک کو لوگ فرقہ واریت سے تعبیر نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں اگر ایک طرف حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا منصور انصاری نظر آتے ہیں تو دوسری طرف ہردیال اور راجہ مہندر پرتاپ بھی دکھائی دیتے ہیں بلکہ آپ کی اس زمانہ کی مجوزہ گورنمنٹ میں صدارت جمہوریت کے لئے راجہ مہندر پرتاپ ہی کو منتخب کیا گیا تھا اور یہ ایک مجدد ہی کی شان ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہیدؒ اور حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی مرحوم و مغفور کی تحریک جہاد حریت جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے ابھر کر بالاکوٹ تک پہنچی تھی۔ فرقہ واریت سے خالی اور جمہوری طرز کی سعی و جہد جہد (EFFORT) تھی اس حقیقت کو جب شیخ وقت نے آشکارا کیا ہے تو دنیائے فرقہ واریت میں ہلچل مچ گئی۔ لیکن حقیقت اپنی جگہ پر پھر بھی حقیقت ہے جس پر حضرت کی خود نوشت سوانح حیات "نقش حیات" کے زرین صفحات بین ثبوت اور کھلے ہوئے شاہد عدل موجود ہیں۔ حضرتؒ نے ہندوستان کی آزادی کی جد میں یوں تو ساری عمر ہی صرف کر دی، لیکن خالص سیاسی شہرت یافتہ زمانہ بھی آپ کی عمر کا چھانٹا جائے تو ۴۵-۵۰ سال سے کم نہیں ہے عمر عزیز کے بیس سال آپ نے جیل میں بسر کئے۔

آج ہندوستان کی گورنمنٹ پر نظر ڈالئے جنگ آزادی کے سپاہیوں میں